رکعات تراویح کے بارے میں
از قلم
مولانا ابو بکر غازی پوریؒ
منجانب
النعمان سوشل میڈیا سروسز

رکعات تراویح کے بارے میں

مکرمی حضرت والا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

گونڈہ شہر اور قرب وجوار میں غیر مقلدین کی بڑی تعداد ہے امسال رمضان کے موقع پر اپنی سابقہ روایت کے مطابق پھر تراویح کے مسئلہ کو بہت اچھالا آٹھ رکعت سنت اور بیس رکعت حضرت عمرؓ کی بدعت ہے ہونے کا خوب شور مچایا۔

زمزم میں خطوط کے جوابات جو مفصل شائع ہو رہے ہیں ان سے بڑا نفع ہو رہا ہے تراویح کے بارے میں ایک مختصر سی تحریر لکھ دیں بخاری کا نام لے کر غیر مقلدین عوام کو گمراہ کرتے ہیں اس لیے بخاری کی آٹھ رکعت والی روایت کو سامنے رکھ کر تحریر لکھیں۔

والسلام

آپ کا ریاض الدین قاسمی گونڈہ

زمزم:

صحابہ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین میں سے کسی کے بارے میں زبان درازی کرنا نہایت خطرناک چیز ہے اہل سنت والجماعت کا یہ طریق نہیں ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں وہی زبان درازی کرے گا جس میں شیعیت کے جراثیم ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے کسی عمل کو بدعت قرار دینا اور اس بدعت سے مرا دوہی بدعت لینا جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے پرلے درجہ کی گمراہی ہے اور یہ خبط اعمال کا باعث ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی اقتداء اور پیروی کا حکم کتاب وسنت سے ثابت ہے اور خلفائے راشدین کے بارے میں یہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین بہت مشہور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میری اور خلفائے راشدین جو اہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت کو لازم پکڑ و اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے کا تاکیدی حکم فرمایا ان کا کوئی عمل بدعت کیسے ہوگا؟ ار آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو ہدایت یافتہ قرار دیں ان کو بدعتی قرار دینا صریح گمراہی نہیں تو اسے کیا کہا جائیگا؟

بخاری شریف میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فتنوں کے زمانے میں یہ حکم فرمایا تھا:

تلزم جماعة المسلمين واما مهم

یعنی تم مسلمانوں کی جماعت اوان کے امام سے چمٹے رہو جماعۃ المسلمین سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وقال قوم المراد بالجماعۃ الصحابۃ یعنی ایک قوم کا یہ کہنا ہے کہ جماعت سے مراد اس حدیث میں صحابہ کرام ہیں۔

فرقہ ناجیہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہچان بتلائی ہے وہ یہ ہے ما انا علیہ واصحابی، یعنی وہ جماعت ہے جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگی۔

صحابہ کرام کی شان مین بدگوئی کرنے والا ان کے طریقہ پر کیا ہوگا اور اس کا شمار نجات یافتہ جماعت میں کیسے ہوگا۔

سنت صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی سنت فرمایا ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ علماء کرام سنت کی تعریف میں خلفائے راشدین کے طور طریق کو بھی داخل کرتے ہیں حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

والسنة هی الطریق المسلول فیشمل ذالک التمسک بما کان علیه هو وخلفائه الرشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذاه هی السنة الکاملة

جامع العلوم والحکم ج۱ص۱۹۱)

یعنی سنت اس راہ کا نام ہے جس پر چلا جائے تو جو اعتقادات اعمال اور اقوال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے تھے ان سب کو مضبوطی سے تھام لینا یہ سب سنت میں شامل ہوگا۔اور کامل سنت مفہوم یہی ہے۔

اگر خلفائے راشدین نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بھی سنت متبعہ ہے یعنی اس طریقہ کی بھی پیروی کی جائے گی،اور اس کا نام بھی سنت ہوگا فتح الباری میں ہے۔

فان کان من الخلفاء راشدین فهو سنة متبعة ص ۴۰۰ ج ۶)

یعنی اگر کوئی نیا عمل خلفائے راشدین نے جاری کیا ہے تو وہ بھی سنت ہوگا اور اس کی بھی پیروی کی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

ما جاء عن الخلفاء الراشیدین فهو من السنة :ایضاً

ج ۱۳ ص ۲۹

یعنی خلفائے راشدین سے جو ہمیں پہونچے وہ بھی سنت ہی ہے۔

عرض خلفائے راشدین کا قول عمل مستقل پیرا ہو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے ساتھ خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل مستقل اور سنت ہے اور اہلسنت وہی قرار پائے گا جو کامل سنت پر عمل کرنے والا ہو۔

پھر خلفائے راشدین میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خصوصیت مزید یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا نام لیکر ایک کی اقتداء کا امر فرمایا ہے آپ ﷺ کا یہ ارشاد احادیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے۔

لا ادری ما بقاء لی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما .

میں نہیں جانتا کہ تمہارے درمیان میرا رہنا کب تک ہے اسلیے میرا حکم ہے کہ میرے بعد تم لوگ ابوبکر اور عمر کو اقتداء کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام اور خصوصا خلفائے راشدین اور بالخصوص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا خدا اور رسول کے یہاں کیا مقام ہے۔

حیف ہے ان لوگوں پر جو صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اور خلفائے راشدین کے عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اقتداء اور پیروی جن کی جانوں پر شاق ہے۔

فرق وملل کی تاریخ جاننے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ گمراہی کی بہت بڑی جڑ صحابہ کرام سے سوءظنی و بداعتقادی ہے اور ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ عذاب دیا جاتا ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر بھی چلنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے بات کو مختصر کرتے ہوئے کہ ہم جماعت غیر مقلدین کا اسی مسئلہ تراویح کے بارے میں جائزہ لیتے

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے اور ان پر بدعت کے ایجاد کا الزام لگا نے کی پاداش میں ان سے سنت پر عمل کرنے کی توفیق کیسے سلب کرلی گئی اور فہم دین سے محرومی ان کا مقدر کیسے بن گئی۔

(۱) ان حضرات نے ایک بات یہ گڑھی کہ تہجد اور صلوٰۃ تراویح میں کوئی فرق نہیں ہے جونماز سال بھر تہجد کہلاتی ہے رمضان میں اسی نماز کو تراویح کہا جاتا ہے یہ وہ بات ہے کہ ائمہ اربعہ میں اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور نہ یہ خیال صحابہ کرام کو کبھی آیا غیر مقلدین حضرات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول سے اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرسکتے ہیں جو بات نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور نہ جس کے قائل صحابہ کرام ہوں اور نہ ائمہ متبوعین میں سے جسکا کوئی قائل ہو، غیر مقلدین اسی کو اپنا مذہب بنا ئے ہوئے ہیں۔

تراویح اور تہجد کو ایک بتلانا غیر مقلدین حضرات کا اجتہاد ہے یا شاذ قول کی پیروی ہے تہجد کی نماز تو خدا کے حکم سے مقرر ہوئی ہی تھی سورہ مزمل دیکھ لی جائے اور تراویح کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مشروع ہوا تھا آپ کا ارشاد مبارک ابن ماجہ کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا رمضان کا روزہ تو اللہ نے تم پر فرض کیا ہے وسنت لکم قیامہ اور رمضان المبارک کی تراویح کا عمل میں نے مسنون قرار دیا ہے پس جو لوگ تراویح اور تہجد کو ایک قرار دیتے ہیں وہ رسول اللہ کی حدیث اور اللہ کی کتاب دونوں کے فرمان کے نافرمان ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ باندھا ہے اگر دونوں کو ایک ہی کہا جائے تو امام بخاری کو الگ الگ باب باندھنے اور دونوں بابوں میں الگ الگ احادیث لانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

اگر تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہوتی تو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو اس کا علم زیادہ

ہونا چاہیے تھا، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان المبارک میں تہجد پڑھنا الگ ثابت نہیں ہے اگر غیر مقلدین کی یہ بات درست ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آئی اور چودھویں صدی کے پرخطر دور میں یہ راز غیر مقلدین ہی پر کیوں کھلا، امام بخاری تو تراویح کی نماز کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے امام بخاری تراویح باجماعت پڑھا کرتے تھے اور ہر رکعت میں بیس آتیں پڑھتے تھے اور پورے رمضان میں تراویح میں صرف ایک قرآن ختم کرتے تھے جبکہ تہجد کی نماز امام بخاری تنہا پڑھتے تھے اور تہجد میں ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

(مقدمہ فتح الباری)

غرض تہجد اور تراویح کو ایک کہنا غیر مقلیدین کا اس دور کا اجتہاد ہے یا کسی کے شاذ قول کی پیروی ہے، نہ اس کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے اور نہ حدیث رسول سے اور نہ ائمہ مجتہدین کے قول سے نہ اصحاب صحاح ستہ سے اور یہی وجہ ہے کہ نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے تراویح اور تہجد کو ایک قرار دینے کا قول نہیں اختیار کیا۔

(۲) تراویح کے بارے میں غیر مقلدین کے مذہب کی پہلی اینٹ ہی کج تھی اور یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اس باب میں ان کے مذہب کی دیوار اونچی ہوتی گئی اس مذہب کی کجی مزید اونچی اور مزید نمایاں ہوتی چلی گئی مثلاً انہوں نے یہ مذہب اختیار کیا کہ تراویح کی رکعت آٹھ ہے۔ اور اس پر تراویح والی نہیں تہجد والی حدیث سے استدلال کیا اور وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔

عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سئل عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیره علی

احدی عشرۃ رکعۃ ۔

یعنی حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟

تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

غیر مقلدین حضرات بس یہیں آ کر رک گئے، حالانکہ یہ سوال کا جواب نہیں تھا سوال تو نماز کی کیفیت کے بارے میں تھا، ابھی کیفیت بیان نہیں کی گئی ہے، فکر غیر مقلدین حضرات گیارہ کا لفظ دیکھ کر اچھلنے کودنے لگے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا یہ آغاز کلام تھا ابھی اصل جواب تو آگے آرہا ہے اور وہ اصل جواب جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت کو بیان کرتا ہے وہ یہ ہے۔

یصلی اربعا فلا تسال ثم یعلی اربعا فلا تسنا ئل من حسنهن وطولهن ثم یعلی ثلاثا عن حسنهن وطو لهن ۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت یہ تھی کہ آپ پہلے چار رکعت دا کرتے تھے اور تم ان کی خوبی اور ان کی لمبائی کے بارے میں مت پوچھ کہ کتنی خوب اور کتنی ہی ہوا کرتی تھی پھر آپ چار رکعت اسی طرح کی پڑھا کرتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

اب آپ ذرا غیر مقلدین کی فہم دیکھئے انہوں نے حضرت عائشہ کی حدیث میں جو آغاز کلام تھا اس کو مذہب بنالیا اور حضرت عائشہ کا کیفیت صلوٰۃ کے بارے میں جو اصل سوال کا اصل جواب تھا اس سے صرف نظر کرلیا، عدد جس کا سوال میں کوئی ذکر نہیں تھا اس کو تو مذہب بنالیا اور حدیث میں کیفیت کا جو بیان ہے اس سے آنکھیں پھیر لیں، اب کوئی

غیر مقلدین کی تراویح پڑھنے کی کیفیت ملاحظہ فرمائے تو وہ دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پوری کرتے ہیں، اور کبھی وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں یعنی نو رکعتوں پر ان کی تراویح پوری ہو جاتی ہے، سبحان اللہ یہ ہے ان کا حدیث پر عمل، اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور وتر تین رکعت، اور یہ دو دو رکعت پڑھ کر اور ایک رکعت وتر پڑھ کر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم نے سنت کے مطابق تراویح کی نماز ادا کی۔

پھر اس حدیث میں چار چار رکعتیں طویل طویل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس طویل رکعتوں کی مقدار کیا ہوا کرتی تھی تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

قد ثبت فی الصحیح من حذیفة انه کان یقرأفی الرکعة بالبقرة والنساء وآل عمران (فتاویٰ جلد ۲۳ ص ۱۱۳)

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورہ نساء اور سورہ آل عمران پڑھا کرتے تھے۔

یعنی تہجد میں آپ ﷺ کی ایک ایک رکعت اتنی طویل ہوا کرتی تھی، ذرا قرآن کھولئے ان تینوں سورتوں کو ملاحظہ فرمائیے تقریباً سوا پانچ پاروں میں یہ تینوں سورتیں پوری ہوتی ہیں، اگر غیر مقلدین حضرات کے آٹھ رکعت تراویح پر اسی حدیث سے استدلال ہے تو ان کی تراویح کی نماز کی رکعتوں کی یہ کیفیت بھی کیوں نہیں ہوتی، یہ تو آپ ﷺ کے نماز تہجد میں قیام کے طول اور اس کی کیفیت کا بیان ہے اور آپ کا تہجد کی رکعتوں میں سجدہ کتنا طویل ہوا کرتا تھا، اس کے متعلق بخاری ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ **فیسجد السجدة من ذلک قدر مایقرأاحد کم خمسین اٰیة قبل ان یرفع راسه (بخاری کتاب القراۃ)** یعنی تہجد

کی رکعتوں میں آپ کا سجدہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ تم میں کا کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھے۔ اگر اسی کے ساتھ مسلم شریف کی روایت بھی سامنے ہو تو اس طول کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے، مسلم کی روایت میں ہے عن حذیفة انه صلی مع النبی ﷺ لیلة فقرأ البقرة ال عمران والنساء فی رکعة وکان اذامر بایة فیها تسبیح سبح او سوال سال او تعوذ تعوذ ثم رکع نحوا مما قام ثم قام نحوا مما رکع ثم سجد نحوا مما قام یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ ایک رات تہجد کی نماز پڑھی تو آپ نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورہ آل عمران اور سورہ نساء پڑھا اور آپ کا حال یہ تھا کہ جب کسی تسبیح والی آیت کو پڑھتے تو تسبیح پڑھتے، سوال والی پڑھتے تو سوال کرتے اور تعوذ والی آیت پڑھتے تو آپ اللہ سے پناہ چاہتے اور آپ نے رکوع اتنا ہی طویل کیا جتنا آپ نے قیام کیا تھا (یعنی بقدر بقرہ آل عمران اور نساء پڑھنے کے) اور پھر رکوع سے اٹھ کر اتنی دیر تک کھڑے رہے جتنا طویل آپ نے رکوع کیا (یعنی وہی تینوں سورتوں کے برابر) غرض اللہ کے رسول ﷺ کی تہجد کی نماز نہایت طویل قیام اور طویل رکوع اور طویل سجدوں کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور چار چار رکعت ایک سلام سے ہوا کرتی تھی، غیر مقلدین کی تراویح کی نماز کسی مسجد میں اس کیفیت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے، اس وجہ سے ان یہ کہنا کہ ان کا تراویح کے سلسلہ میں بخاری کی حدیث عائشہ پر عمل ہے صریح جھوٹ ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والوں کو احادیث رسول اور سنت رسول پر عمل کی توفیق ہو ہی نہیں سکتی، اللہ ان سے اس توفیق کو سلب کر لیتا ہے۔

(۳) غیر مقلدین کی تراویح کی نماز کو جن حضرات نے ملاحظہ کیا ہوگا انہوں نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ یہ لوگ تراویح کے بعد متصلاً وتر پڑھتے ہیں حالانکہ اسی حدیث عائشہ رضی اللہ

عنہا میں ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کے بعد سو جاتے تھے پھر وتر پڑھتے تھے، بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی اسی حدیث میں ہے:

فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر ؟ یعنی میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایایا عائشة ان عینی تنا مان و لاینام قلبی یعنی اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

ناظرین اس سوال و جواب میں غور کریں کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کے رسول ﷺ تہجد کی آٹھ رکعت نماز پڑھ کر سو جاتے تھے اور پھر بیدار ہو کر وتر الگ سے پڑھا کرتے تھے، اگر تہجد اور صلوٰۃ تراویح بقول غیر مقلدین ایک نمازیں ہیں اور تراویح کے آٹھ رکعت ہونے کی یہی حدیث دلیل ہے تو غیر مقلدین اس حدیث کے تمام اجزاء اور اس میں بیان کردہ پوری کیفیت کے ساتھ نماز تراویح کیوں نہیں ادا کرتے؟ یا کم از کم اس کے مسنون ہونے کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں کو تراویح اسی کیفیت کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب کیوں نہیں دیتے؟ اس حدیث سے صرف آٹھ رکعت کی بات اڑالینا بقیہ حدیث کے تمام حصوں کو چھوڑ دینا یہ کون سا عمل بالحدیث ہے؟ غیر مقلدین کے اس طرز عمل کو عمل بالحدیث کا نام دیا جائے گا یا اس کو ترک حدیث کہا جائے گا، ناظرین خود فیصلہ فرمالیں، ناظرین اپنے ذہن میں اس بات کو ایک بار اور تازہ کرلیں کہ خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والوں سے کتاب وسنت پر عمل کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔

(۴) ناظرین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے کہ آنحضور اکرم ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، غیر مقلدین نے حدیث رسول ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آباواجداد کی پیروی میں اس روایت کے صرف ایک جز یعنی آٹھ رکعت والا لیا ہے اور وہ بھی تہجد کو تراویح بنا کر، اور لوگوں کو بخاری کا نام لے لے کر خوب

ورغلاتے ہیں کہ دیکھو بخاری میں حضرت عائشہ کی صحیح روایت آٹھ رکعت تراویح کی ہے، غیر مقلدین کبھی پوری بات اپنے عوام کو نہیں بتلاتے اور فریب سے کام لیتے ہیں، اب دیکھئے اسی بخاری میں ہے، اور یہ حدیث بھی حضرت عائشہؓ ہی کی ہے، فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین. (باب مایقرأ فی رکعتی الفجر)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے اور جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعت ادا کرتے۔ (یعنی فجر کی سنت)

اب ذرا غور فرمائیں کہ گیارہ رکعت والی بھی روایت بخاری ہی کی ہے اور تیرہ رکعت والی روایت بھی بخاری ہی کی ہے اور دونوں روایتیں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ غیر مقلدین تیرہ والی چھوڑ کر گیارہ ہی والی روایت کا نام لیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تیرہ والی روایت کا وہ نام کیوں نہیں لیتے؟

(۵) حضرت عائشہؓ کی پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام سال رمضان وغیر رمضان میں تہجد گیارہ سے زیادہ پڑھتے ہی نہیں تھے اور اس دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ اس دوسری رکعت میں کان یصلی کا لفظ ہے۔ جو ماضی استمراری ہے اور غیر مقلد عالم صادق سیالکوٹی کا فرمان ہے کہ ماضی استمراری دوام اور استمرار کے لئے آتا ہے، فرماتے ہیں کان یصلی استمرار کے لئے آتا ہے جس کے معنی ہیں حضور ﷺ ہمیشہ کرتے تھے۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۱۴۱)

یعنی صادق صاحب کی منطق کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ تیرہ ہی رکعت

پڑھتے تھے۔

اب اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بخاری والی وہ حدیث غلط ہوگئی جس میں گیارہ کی تعداد ہے۔

حل کریں اس معمہ کو تقلید کے منکرین اور بقلم خود مجتہدین ان کے اجتہاد اور ان کے عدم تقلید نے بخاری کی بھی احادیث کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ الحمد للہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بخاری کی حدیثیں صحیح ہیں اور ہمیں اس قضیہ کو سلجھانا بھی آتا ہے، مگر یہ قضیہ سلجھے گا کسی بڑے کی تقلید سے۔ خود سے جو اجتہاد کرے گا بخاری کی احادیث سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

(٦) اب آگے سنئے غیر مقلدین سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تو چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور تم دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پوری کرتے ہو تو جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں دو دو رکعت بھی نماز تہجد ادا کرنے کا ذکر ہے یعنی آٹھ رکعت کی تعداد کو ایک حدیث سے لیا اور دو دو رکعت پڑھنے کے لئے یہ آٹھ رکعت والی حدیث جو بخاری ہی میں ہے ان کو قابل عمل نظر نہیں آئی تو اس کے لئے بخاری کی دوسری روایتوں کا سہارا لیا، اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی بخاری کی حدیث قابل عمل کیوں نہیں قرار پائی اس راز سے کوئی غیر مقلد عالم پردہ نہیں اٹھاتا، جیسے تیرہ والی حدیث پر عمل نہ کرنے کو راز بنائے رکھا ہے۔

(٧) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ دو دو رکعت کر کے بھی تہجد پڑھا کرتے تھے مگر آپ نے کسی غیر مقلد عالم کو تہجد میں دو دو رکعت والی حدیث نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، حالانکہ وہ بھی بخاری ہی کی حدیث ہے ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اگر وہ یہ حدیث ذکر کر دیں تو ان کا آٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا دعویٰ ہوا ہو جائے گا۔ اس وجہ سے یہ حضرات دو دو رکعت والی حدیث کا نام تو لیتے ہیں مگر اس کو اس کے

الفاظ کے ساتھ بخاری شریف سے نقل نہیں کرتے ہیں، میں اس کو نقل کرتا ہوں اور پھر ناظرین تماشا دیکھیں کہ یہ غیر مقلدین حدیث کا نام لے کر دوسروں کو فریب دینے کے کتنے ماہر ہیں؟

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی ہے اور طویل ہے میں یہاں ضروری حصہ نقل کرتا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

ثم صلی رکعتین ، ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر (بخاری کتاب الوتر)

آنحضور ﷺ نے وضو وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد نماز تہجد پہلے دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر وتر پڑھی۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں صاف یہ ہے کہ آپ ﷺ جب دو دو رکعت کر کے تہجد ادا کرتے تھے تو وتر کے سوا تہجد کی نماز کل بارہ رکعتیں ہوتی تھیں اور غیر مقلدین کے نزدیک تراویح تہجد ہی ہے وہ دو دو رکعت کر کے صرف آٹھ رکعت رمضان والی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، آنحضور ﷺ تو دو دو رکعت کر کے بارہ رکعتیں پڑھیں اور یہ آٹھ رکعتیں پڑھیں، اللہ کے رسول کی سنت کی صریح خلاف ورزی کا نام انہوں نے عمل بالحدیث رکھا ہے، غرض غیر مقلدین کا عمل نہ حضرت عائشہؓ والی پوری حدیث پر ہے جہاں سے انہوں نے آٹھ رکعت کی تعداد اخذ کی ہے اور نہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس حدیث پر پورا عمل ہے جس میں دو دو رکعت کے ساتھ تہجد ادا کرنے کا آپ کا معمول مذکور ہے، اور یہ نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں نے خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہا ہے خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے والا سنت پر عامل ہو ہی نہیں سکتا اس سے کتاب وسنت پر عمل کی

توفیق چھین لی جاتی ہے، اس زمانہ میں ترک تقلید عذاب الٰہی ہے۔ اس سے انسان دین و دنیا کی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، دین کی فہم اس سے رخصت ہو جاتی ہے، کتاب وسنت پر عمل اس کا مقدر نہیں بن پاتا، اسلاف کے بارے میں اس کی زبان تیز ہو جاتی ہے، حق بات کو حق جان کر بھی وہ اسے قبول نہیں کرتا، لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت ووقعت نہیں رہتی ہے، وہ محرومی اور مایوسی کی زندگی گذارتا ہے، حسد وطمع کا مارا ہوتا ہے، اور ان کے سوا اور بھی مختلف قسم کی علتوں اور امراض کا شکار رہتا ہے، خلفائے راشدین کی سنتوں کو بدعت کہنے کا غیر مقلدین کی زندگی پر کیسا خطرناک اثر پڑا اور وہ اللہ کی کیسی رحمت اور کتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے، ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

(۸) رمضان کا زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہوتا ہے، اللہ کی رحمت کا بطور خصوص اس میں نزول ہوتا ہے، رسول اکرم ﷺ اس مبارک ماہ میں عبادات کی کثرت کیا کرتے تھے، جبریل امین رمضان میں آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے، تہجد کی نماز جو آپ ﷺ عام دنوں میں پڑھا کرتے تھے اس ماہ مبارک میں اس کی کیفیت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی، اس ماہ مبارک کے عشرہ اخیر میں بطور خاص آپ ازواج مطہرات کو بھی تہجد کے لئے بیدار کرتے تھے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ اس زمانہ میں عبادت کے لئے کمر کس لیا کرتے تھے، آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی میں امت کے علماء وصلحاء رمضان شریف میں تہجد وتراویح کا بطور خاص اہتمام کرتے تھے رات بھر جاگنا ان اللہ والوں کی زندگی تھی، گزر چکا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگر تراویح میں پورے رمضان میں ایک ختم کیا کرتے تھے تو نماز تہجد میں ہر تین دن پر ایک قرآن ختم کرتے تھے، غرض جن کو دین سے جتنا تعلق ہوتا رمضان المبارک میں اتنا ہی زیادہ عبادت اور شب بیداری کا اس کو اہتمام ہوتا تھا۔

مگر افسوس کہ غیر مقلدین نے جب صحابہ کرام کے بارے میں گستاخانہ لب ولہجہ

اختیار کیا اور خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت قرار دیا تو رمضان مبارک کی ان تمام خیرات وبرکات سے محروم ہو گئے اور ماہ مبارک میں تہجد (جس کا وقت اخیر شب میں ہوتا ہے) ان کو پڑھنا نصیب نہیں ہوتا، ساری امت تہجد کی نماز ادا کر کے رحمت خداوندی کی مستحق ہوتی ہے اور یہ غیر مقلدین اس تہجد کو خلاف سنت کہہ کر اللہ کی رحمت بے پایاں سے محروم ہوتے ہیں اوران کو تہجد کے نام سے رمضان میں نماز پڑھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے۔(۱) بلکہ ان کے عالم تو باقاعدہ اس کی دعوت دیتے ہیں کہ آٹھ رکعت عشاء کے بعد تہجد تراویح کے نام پر پڑھ کر خوب آرام سے سو جاؤ اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی یہی سنت ہے، حکیم صادق سیالکوٹی فرماتے ہیں۔

> اس لئے نبی رحمت نے رات کی نماز (تہجد کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سو لیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔(صلوٰۃ الرسول ص ۳۷۸)

سبحان اللہ رسول اللہ ﷺ تو رمضان میں پوری رات عبادت کریں عبادت کے لئے کمر کس لیں، اپنی ازواج کو بطور خاص اٹھائیں اور ان کو عبادت کی ترغیب دیں، اور اس کے برخلاف صادق صاحب غیر مقلد کی دعوت یہ ہے کہ عشاء کے بعد آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر خوب آرام سے سو جاؤ، یہ ہے غیر مقلدوں کی دعوت اور عمل بالسنہ کا انوکھا انداز۔

---

(۱) اس لئے کہ تہجد کا وقت رمضان شریف میں غیر مقلدین کے مذہب کے مطابق اول شب ہو جاتا ہے اور تہجد کا نام بدل کر تراویح ہو جاتا ہے۔

(۹) غیر مقلدین کی تراویح کے نام سے بھی جونماز ہوتی ہے وہ بھی رسول اللہ کی صحیح حدیث کے خلاف ہوتی ہے۔(۱)

پس یہ تہجد سے بھی محروم ہوئے اور تراویح سے بھی محروم ہوئے بالکل شیعوں کی طرح کہ شیعوں کو بھی رمضان المبارک میں نہ تہجد کی نماز نصیب ہوتی ہے اور نہ تراویح پڑھنا ان کا مقدر ہوتا ہے، رمضان کی عبادت کے سلسلہ میں غیر مقلدین اور شیعوں میں یہ ہم آہنگی فی الحقیقت یہ ثمرہ ہے اسی کا یہ دونوں فرقے صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد نہیں رکھتے۔ ۲۰ ررکعت تراویح کو شیعہ بھی بدعت کہتے ہیں اور غیر مقلدین بھی بدعت کہتے ہیں، اس لئے عذاباً ونکالاً دونوں فرقوں کو رمضان میں نماز تہجد اور نماز تراویح کی برکتوں وسعادتوں سے بالکل محروم کر دیا گیا، تراویح کے نام سے غیر مقلدین کا نماز ادا کرنا جیسا کہ عرض کیا گیا احادیث کی روشنی میں نہیں ہے، بلکہ انہوں نے اپنے طور پر ایک حدیث سے یہ لے کر اور ایک حدیث سے وہ لے کر اور کچھ اپنا اجتہاد شامل کر کے ایک عبادت گڑھ لی اور اسی کا نام تراویح رکھ رکھا ہے، اس تراویح کو دین اسلام کی مشروع تراویح سے کوئی نسبت نہیں ہے، اسلام میں مشروع تراویح تو وہ ہے جس کے بارے میں ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فانه قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة لانه اقامه بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر (فتاویٰ ص ۱۱۲ ج ۲۳)

---

(۱) اس کا بیان اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تہجد کی رکعتیں بہت طویل ہوا کرتی تھیں۔

پس یہ ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے، اسی لئے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اسی کو سنت قرار دیا ہے، اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب نے یہ بیس تراویح اور تین وتر مہاجرین اور انصار کے درمیان پڑھائی اور ان میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا۔

امام ابن تیمیہ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اگر بیس رکعت تراویح کا عمل خلاف سنت ہوتا یا بدعت ہوتا جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں تو یہ ناممکن تھا کہ مہاجرین وانصار کی آنکھوں کے سامنے مسجد نبوی میں یہ خلاف سنت اور بدعت کام ہوتا رہتا اور صحابہ کرام اس کو خاموشی سے دیکھتے رہتے یعنی بیس رکعت تراویح پر ایک طرح سے مہاجرین والنصار اور تمام صحابہ کرام کا اجماع واتفاق تھا، اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرام کسی غلط اور خلاف سنت کام پر اتفاق نہیں کر سکتے، پس تراویح کے باب میں صحابہ کرام کا بیس رکعت کو قبول کر لینا اس کے سنت ہونے کی اتنی بڑی دلیل ہے کہ بالفرض اگر اس کے مقابل کوئی دوسری صحیح حدیث ہو بھی (جو کہ قطعاً نہیں ہے) تو بھی صحابہ کرام کے اس اجماع واتفاق والی بات ہی قابل قبول ہوگی اور اس حدیث کا محمل کچھ اور تلاش کرنا ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی آٹھ رکعت تراویح کا مذہب اختیار نہیں کیا ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب بیس کا ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیس رکعت کے ساتھ ساتھ اہل مکہ کے طواف بیت اللہ کی جگہ پر کچھ مزید رکعتوں کے پڑھنے کا ہے تا کہ اہل مکہ کے ساتھ ثواب میں اور عبادت میں یک گونہ برابری اور یکسانیت ہو جائے۔

(۱۰) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح حضرت عمرؓ کی ایجاد ہے اور اس کو

بدعت عمری معاذ اللہ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ حضرت عمر یا صحابہ کرام کے سامنے آنحضور ﷺ کی واضح سنت موجود ہو اور وہ اس کے خلاف دین وشریعت میں کسی نئی بات کا اضافہ کریں اس قسم کی بات کوئی رافضی خبیث تو کہہ سکتا ہے مگر کوئی سنی اپنے منہ سے یہ بات نہیں نکالے گا، پس اب دو ہی شکل ہے یا تو حضرت عمر اور صحابہ کرام کے سامنے آنحضور اکرم ﷺ سے تراویح کا کوئی متعین عدد نہیں تھا جیسا کہ بعض علماء کا یہی خیال ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> ومن ظن قیام رمضان فیه عدد موقت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم لایزادفیه ولاینقص منه فقد اخطأ
>
> یعنی جس کا یہ خیال ہے کہ تراویح کے بارے میں آنحضور ﷺ سے کوئی متعین مقدار ثابت ہے کہ اس میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی تو اس نے غلطی کی۔

اور چونکہ ان حضرات کی تحقیق میں آنحضور اکرم ﷺ سے تراویح کا کوئی متعین عدد ثابت نہیں ہے، اس وجہ سے اس باب میں حضرت عمرؓ کا عمل ہی سنت قرار پائے گا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ راشد تراویح کی جس تعداد اور تراویح کی جس کیفیت کو اپنے حکم سے جاری فرمائیں گے، اس کا ماننا بحکم حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین واجب اور ضروری ہوگا اور اب حضرت عمرؓ ہی کی اطاعت اللہ ورسول کی اطاعت قرار پائے گی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> فمن تمسک بسنة الخلفاء الراشدین فقد اطاع اللہ و رسوله (فتاویٰ ج ۲۴ ص ۲۰۹)

یعنی جس نے خلفائے راشدین کی سنت کو تھاما، اس نے اللہ اور اس
کے رسول کی اطاعت کی۔

پس تراویح کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ اور اس فیصلہ کو تمام مہاجرین وانصار کے اجماعی طور پر قبول کر لینے کے بعد بیس ہی رکعت تراویح، تراویح کی اصل سنت ہے، اور اب اس کا منکر بقول ابن تیمیہ، ضال، مبتدع بلکہ کافر ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

واما من تبینت لہ السنۃ فظن ان غیرھا خیر امنھا فھو ضال مبتدع بل کافر (فتاویٰ ص ۲۰۲)

یعنی اگر کسی کے لئے سنت واضح ہو چکی ہو پھر اس سنت کے علاوہ کسی دوسری بات کو بہتر سمجھے تو وہ ضال مبتدع بلکہ کافر ہے۔

غیر مقلدین حضرات ابن تیمیہ کے اس فتویٰ کی روشنی میں اپنا انجام سوچ لیں، اس لئے کہ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

(۱۱) یہ گفتگو تو اس مفروضہ پر ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے علم میں آنحضور اکرم ﷺ سے کوئی متعین عدد ثابت نہ ہو، مگر ہم اس مفروضہ کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے کہ یہ بات عقلا بہت مستبعد ہے کہ آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام کو رمضان میں تین راتیں تراویح پڑھائی ہو اور حضرات صحابہ کرام کو آنحضور ﷺ نے کتنی رکعتیں تراویح پڑھائی اس کا علم نہ ہو، اور پھر وہ از خود بیس رکعت تراویح پر اجماع بھی کر لیں اس لئے ہمارے نزدیک صحیح ترین بات یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے تراویح کی بیس رکعتیں ہی پڑھائی تھیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر (مصنف ابن ابی شیبه)

کہ رسول اکرم ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں تراویح پڑھاتے تھے اور وتر۔

غیر مقلدین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور اس کا راوی ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے، چلئے ہم نے تسلیم کرلیا کہ سنداروایت ضعیف ہے مگر سند میں کسی ضعیف راوی کے آجانے سے اصل متن کا ضعیف ہونا خصوصا جب کہ صحابہ کرام کا اسی بیس پراجماع بھی ثابت ہے کہاں سے ضروری ہوگیا کتنی روایتیں ہیں جن کی سندیں ضعیف ہیں مگراس کا متن ثابت ہےاوراس پراہل علم کا عمل ہے، مثلا دیکھئے حدیث میں ہے **لاوضو لمن لم یذکر اسم اللہ علیه** یعنی جووضو پر بسم اللہ نہ پڑھےاس کا وضونہیں ہوتا، یہ حدیث ضعیف ہے، اور وضو پر بسم اللہ پڑھنے کی ایک حدیث بھی صحیح نہیں ہے، امام احمد فرماتے ہیں۔

وقال احمد لااعلم فی هذا الباب حدیثا اسناده جید یعنی میرے علم میں اس بارے میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہومشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری فرماتے ہیں۔ **کل ماروی فی هذا الباب لیس بقوی** یعنی اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں سے ایک بھی قوی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

قلت لاشک فی ان هذا الحدیث نص علی ان التسمیة رکن للوضوء اوشرط له (تحفه ص ۳۸ جلد ۱) یعنی میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث (جو کہ ضعیف ہے) اس بارے میں نص ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا یا

وضوء کا رکن ہے یا شرط ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب "ضعیف" حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو رکن یا شرط بتلاتے ہیں، حالانکہ کسی چیز کی رکنیت یا اس کے شرط ہونے کو ثابت کرنے کے لئے عام اہل اصول کے یہاں حدیث کا کم از کم صحیح ہونا تو ضروری ہے۔ بہر حال عرض یہ کرنا ہے کہ حدیث کا سنداً ضعیف ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ فی الواقع وہ حدیث ضعیف ہی ہو اسی وجہ سے محدثین کو یہ قاعدہ مقرر کرنا پڑا کہ ان ضعف السند لایستلزم ضعف المتن "یعنی سند کے ضعیف ہونے سے متن کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا"۔ (۱)

پس اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عباس والی حدیث جس میں بیس رکعت کا تذکرہ ہے وہ سنداً ضعیف بھی ہے تو بھی اس سے اصل متن کا انکار کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا بالخصوص اس شکل میں کہ اس بیس رکعت تراویح کا حضرت عمر نے حضرت ابی کو حکم بھی دیا اور تمام صحابہ کرام نے آپ کے اس حکم کو جیسا کہ ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوا بالاتفاق قبول بھی کر لیا، ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا باطل پر اتفاق کرنا محال ہے، اس لئے کہ ایک حقیقت پسند اس بات کو قبول کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں کرے گا کہ بیس ہی رکعت تراویح آنحضور ﷺ کی اصل سنت ہے۔

آپ کے خط کا جواب اختصار کی ہزار کوشش کے باوجود بہت طویل ہوگیا، اب اخیر میں اس سلسلہ کی ایک آخری بات عرض کر کے اپنا قلم روکتا ہوں۔

(۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ حدیث کی مشہور کتاب ہے، ابن ابی شیبہ امام بخاری سے

---

(۱) اس بارے میں مفصل گفتگو میری کتاب ''غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ'' میں ہے، اہل شوق اس بحث کو اس کتاب میں ضرور مطالعہ کریں۔

مقدم اوران کے استاد ہیں، انہوں نے اپنی اس مصنف کی میں تراویح کی تعداد کو بتلانے کے لئے یہ باب باندھا ہے۔باب کم یصلی فی رمضان یعنی اس کا بیان کہ تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھی جائیں گی، ابن ابی شیبہ نے اس میں تیرہ حدیثیں ذکر کی ہیں اور لطف یہ ہے کہ آٹھ رکعت والی کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے، دس حدیثیں وہ ذکر کی ہیں جن میں بیس رکعت تراویح کا بیان ہے،ایک حدیث میں چالیس رکعت اور سات وتر کا ذکر ہے، ایک حدیث میں چھتیس رکعت تراویح کا بیان ہے،اور ایک روایت میں اس کا ذکر ہے کہ سعید بن جبیر رمضان کی بیس راتوں میں چوبیس رکعت تراویح پڑھتے تھے،اور جب وہ رمضان میں اعتکاف کے لئے بیٹھتے تو اٹھائیس رکعت تراویح پڑھتے تھے،غرض کسی ایک روایت میں آٹھ رکعت تراویح کا ذکر نہیں ہے،اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ محدث ابن ابی شیبہ نے اس باب کا آغاز ہی بیس رکعت تراویح کے بیان سے کیا ہے،اور جب اس باب کو ختم کیا ہے تو بیس ہی رکعت کے بیان پر ختم کیا ہے اور آخری حدیث وہی حضرت عبداللہ بن عباس والی ذکر کی ہے جس کو غیر مقلدین ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔

محدث ابن ابی شیبہ کے اس طرز عمل کو دیکھ کر ہر صاحب فہم کے لئے دو باتوں کا فیصلہ کرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے،ایک یہ کہ محدث ابن ابی شیبہ کے زمانہ میں بیس ہی رکعت تروایح کا اصل چرچا تھا، آٹھ رکعت کا کہیں مذکور بھی نہیں تھا، دوسرے یہ کہ بیس رکعت والی حدیث ان کے نزدیک ضعیف ہونے کے باوجود تراویح کے باب میں اصل ہے اس لئے انہوں نے بیس رکعت والی حدیث سے اس باب کا آغاز بھی کیا اور بیس ہی والی حدیث پر اس باب کو ختم بھی کیا۔والحمد اللہ اولا و آخرا

والسلام محمد ابوبکر غازی پوری

از بندہ:نور الدین نور اللہ الاعظمی

مولانا غازی پوری مدظلہ کا تراویح کے باب میں محققانہ جواب ناظرین نے ملاحظہ کرلیا، چونکہ اس مسئلہ کو غیر مقلدین بار بار اٹھاتے ہیں اس وجہ سے بطور تتمہ چند باتیں مزید عرض کی جاتی ہیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی تہجد کی تعداد کو بیان کرنے والی بخاری میں صرف وہی حدیث نہیں ہے جس میں گیارہ کا ذکر ہے بلکہ حضرت عائشہؓ سے اور بھی روایتیں ہیں مثلا ایک تو وہی جس میں تیرہ کا ذکر ہے اور ایک روایت بخاری کی یہ بھی ہے

عن مسروق قال سألت عائشه رضی الله عنها عن صلوة رسول اللهﷺ بالليل فقالت سبع وتسع واحدی عشرة سوی رکعتی الفجر. (باب کم کان النبیﷺ یصلی من اللیل)

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تہجد کی نماز کی رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کبھی آپ سات رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے کبھی نو رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے اور کبھی گیارہ رکعتیں (وتر کے ساتھ) پڑھتے۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ کے رسولﷺ کی وتر کی رکعتیں مختلف ہوا کرتی تھیں، یعنی آپﷺ ایک رکعت بھی وتر پڑھتے تھے تین بھی پانچ اور سات بھی، بلکہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نو رکعت بھی وتر پڑھی ہے وتر کی (تعداد کے لئے صلوۃ الرسول ص ۳۵۴ پر وتر کا بیان دیکھ لیا جائے) پس تہجد کی اصل جو بھی رکعت ہو چار، چھ، آٹھ، دس، بارہ ان تمام اعداد کے ساتھ اگر وتر کی رکعتوں کی تعداد جو مختلف ہے شامل کی جائے تو آنحضرت اکرمﷺ کی نماز تہجد کی تعداد کی بہت سی شکلیں نکلیں گی۔ مثلاً یہاں صرف ایک

مثال چار والی لیجئے، اگر چار میں ایک وتر کو شامل کریں تو تہجد کی پانچ رکعت ہوگی، اگر چار میں وتر تین شامل کریں تو تہجد سات رکعت ہوگی، اگر چار تہجد میں وتر کی پانچ رکعت شامل کریں تو تہجد کی پوری نماز نو رکعتیں ہوں گی، اور اگر چار رکعت تہجد وتر سات شامل کریں تو گیارہ رکعت ہوگی، اور اگر تہجد کی چار رکعت میں نو وتر کی شامل کریں تو تہجد کی تیرہ رکعت ہو گی۔ اب دیکھئے صرف چار رکعت تہجد کے ساتھ جب وتر کی منقول تمام رکعتوں کو شامل کیا گیا تو آنحضور اکرم ﷺ کی نماز تہجد پڑھنے کی پانچ شکلیں پیدا ہوئی ہیں اور یہی پانچ شکلیں حضرت عائشہؓ کی آٹھ رکعت والی تہجد میں بھی نکلیں گی، اور یہی پانچ شکلیں ان کی اس حدیث میں بھی نکلیں گی جس میں تیرہ رکعت تہجد کا ذکر ہے، اور ان حدیثوں میں بھی یہی پانچ شکلیں نکلیں گی جس میں سات، تین اور گیارہ رکعت تہجد کا ذکر ہے، اور یہی پانچ شکلیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس حدیث میں بھی نکلیں گی جس میں بارہ رکعت کا ذکر ہے، اس طرح آنحضور اکرم ﷺ کی نماز تہجد پڑھنے کی تقریبا ۳۵ شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ تمام شکلیں بخاری شریف ہی کی احادیث کی روشنی میں ہیں۔

مگر کمال ہے عمل بالحدیث کے مدعیوں اور نعرہ لگانے والوں کا کہ ان تمام ۳۵ شکلوں میں سے اس دعویٰ کے باوجود کے تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے صرف تراویح کے لئے ایک شکل یا دو شکل کو اختیار کیا ہے اور وہ بھی صرف تعداد میں ان کی رعایت کی ہے آپ ﷺ کی کیفیت تہجد وقیام باللیل کو تو ایسا فراموش کیا کہ گویا اس کا تذکرہ بخاری و مسلم کی کسی حدیث میں ہے ہی نہیں۔ شاباش اے جذبہ عمل بالحدیث النبوی۔

ایں کار از تو آید، مرداں چنیں کنند

ناظرین آپ کے ذہن میں یہ رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نماز تہجد پورے سال پڑھا کرتے تھے البتہ یہ کہ رمضان میں اس کا اہتمام بہت بڑھ جاتا تھا، کبھی کبھی پوری رات

جاگا کرتے تھے خصوصاً عشرۂ اخیر میں تو آپ عبادت کے لئے کمر کس لیتے تھے، اور یہ بدیہی بات ہے کہ جو عمل پورے سال ہوتا ہے اس میں یکسانیت کا ہونا عادتاً ناممکن ہے، کبھی طبعیت میں چستی ہوتی ہے تو آدمی زیادہ عمل کرتا ہے کبھی سستی کا غلبہ رہا یا اور کوئی وجہ ہوئی تو وہ کام مختصر ہو جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ بھی بشر ہی تھے اور تمام بشری عوارض آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے الا یہ کہ اللہ جس سے آپ کو محفوظ رکھے، تو اس وجہ سے یہ عین ممکن ہے ممکن ہی نہیں بلکہ یہی واقع تھا کہ آپ ﷺ کی نماز تہجد کی نوعیت اور اس کی رکعتوں کی تعداد حالات اور عوارض کی وجہ سے کم و بیش ہوتی رہتی تھی، اس لئے احادیث میں آپ ﷺ کی نماز تہجد کی تعداد بھی الگ الگ ہے اور آپ ﷺ کی اس نماز کی کیفیت اور نوعیت بھی الگ الگ نقل کی گئی ہے، اس لئے تہجد والی احادیث میں کسی طرح کا کوئی تعارض نہیں ہے بخاری و مسلم کی ہر حدیث اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے، اور یہ تمام احادیث امت کے لئے نمونہ عمل ہیں، جس طرح بھی نماز تہجد ادا کی جائے وہ آنحضور اکرم ﷺ کی سنت ہی قرار پائے گی۔

نماز تہجد کا تعلق تراویح سے بالکل نہیں ہے، دونوں دو مستقل نمازیں ہیں چنانچہ بخاری شریف میں جہاں بطور خاص رمضان کا نام لے کر آپ ﷺ کی نماز تراویح کا بیان ہے جس کو آپ نے لوگوں کے ساتھ تین رات پڑھا تھا اس میں کسی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بخاری میں ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ صلی ذات لیلة فی المسجد فصلی بصلاتہ ناس ، ثم صلی القابلة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة او الرابعة فلم یخرج الیهم رسول اللہ ﷺ فلما اصبح قال: قدرأیت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج الیکم الاانی خشیت ان تفرض

علیکم ، وذالک فی رمضان (بخاری)

یعنی رسول اکرم ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی تو آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہو گئے پھر پھر دوسری رات بھی آپ نے تراویح پڑھی تو اور مجمع ہوا، پھر تیسری، چوتھی رات مزید مجمع ہوا، تو آپ ﷺ مسجد تشریف نہیں لائے اور صبح میں فرمایا کہ تمہارے شوق و ذوق کو میں نے دیکھا لیکن اس ڈر سے نہیں نکلا کہ تمہارے اوپر کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا۔

یہ فی الحقیقت تراویح کی نماز تھی اور اس میں کسی تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے، مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کی اس نماز کی کوئی تعداد نہ ہو اور نہ عقل میں یہ بات آتی ہے کہ اس نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ شامل ہوئے ہوں بلکہ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ لوگوں کا ازدحام عظیم ہو گیا تھا، تو کیا حضرت عمرؓ ہی جو آپ سے قریب تر تھے اور آنحضور اکرم ﷺ کے شب و روز کے ساتھی، یہ تصور میں آتا ہے کہ وہی اس مجمع میں نہ ہوں۔ پس آپ ﷺ نے بلا ریب بیس ہی رکعت تراویح پڑھائی تھی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام کے بیچ بیس رکعت والا فیصلہ نہ فرماتے اور لوگ بلا چون و چرا اس عدد کو خاموشی سے قبول نہ کر لیتے، یقیناً کوئی نہ کوئی آواز اس کیخلاف اٹھتی اور جب نہیں اٹھی اور بقول ابن تیمیہ اقامہ بین المهاجرین والانصار ولم ینکر منکر کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے اس نماز کو مہاجرین وانصار کے بیچ قائم کیا اور اس بیس رکعت کے خلاف کسی نے آواز نہیں اٹھائی تو صحابہ کرام کا یہ بیس رکعت پر اجماع و اتفاق اس بات کی بین شہادت ہے کہ آپ ﷺ سے تراویح کا یہی عدد ثابت ہے اور یہی مسنون ہے اور اس کا مخالف حدیث رسول، اجماع

صحابہ اور حکم خلیفہ راشد کا منکر ہے۔ **معاذ اللہ ثم معاذ اللہ**

ناظرین آپ اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ غیر مقلدین جس حدیث سے استدلال کررہے ہیں اس میں آپ ﷺ کی نماز تہجد کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں **لا تسئل عن حسنھن و طولھن** یعنی اس کے حسن وطول کے بارے میں مت پوچھو، یہ عبارت صاف بول رہی ہے کہ آپ ﷺ کی یہ آٹھ رکعتیں معمول سے بہت زیادہ طویل ہوتی تھیں، اور کتنی طویل ہوتی تھیں اس کا بیان مولانا غازی پوری صاحب کے جواب میں گزر چکا ہے کہ ایک ایک رات میں سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورۂ نساء آپ ﷺ پڑھتے تھے، اور آپ کا رکوع اور سجدہ اور کوع سے اٹھنے کے بعد کا قیام بھی اسی قدر طویل ہوتا تھا، آپ ﷺ تسبیح کی آیت پر پہنچ کر تسبیح کرتے، سوال کی آیت پر پہنچ کر سوال کرتے اور تعوذ کی آیات پر پہنچ کر آپ ﷺ تعوذ کرتے، غرض آپ ﷺ کی یہ آٹھ رکعتیں بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ طویل ہوا کرتی تھیں اور اتنی طویل نماز آپ ﷺ امام ہو کر لوگوں کو نہیں پڑھا سکتے تھے، جب کہ آپ کا خود فرمان تھا کہ **اذ صلی احدکم للناس فلیخفف** یعنی جو امامت کرے تو وہ ہلکی نماز پڑھے، اور اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی تھی کہ امام کے پیچھے ضعیف کمزور بیمار عورتیں بچے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ تو جب آپ ﷺ خود امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم فرمائیں اور بہت طویل نماز پڑھانے کو امام کے لئے پسند نہ فرمائیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ خود اپنے اس فرمان اور ہدایت کے خلاف لوگوں کو امام بن کر اتنی طویل نماز پڑھائیں۔

اس لئے یہ واضح قرینہ ہے اور عقل کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان مبارک میں تین راتیں لوگوں کے ساتھ جو نمازیں پڑھی تھیں اور جنہیں ہم تراویح کہتے ہیں وہ قطعاً آٹھ رکعت نہیں تھی بلکہ اس کی تعداد آٹھ کے علاوہ تھی اور وہ وہی بیس کی تعداد تھی

جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا تھا اور جو آپ کے عہد مبارک اور بعد میں بھی صحابہ کرام کے درمیان برابر پڑھی جاتی رہی اور جو حدیث عبداللہ بن عباس سے بھی ثابت ہے اگر چہ اس کی سند کمزور ہی سند کا کمزور ہونا حدیث کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے جب کہ اس کمزور سند والی حدیث کی تائید خیر القرون و مابعد ہا کے تعامل سے بھی ہورہی ہو، غیر مقلدین نے ضعیف حدیث کو ہوا بنالیا ہے کہ اس پر عمل کرنا جائز ہی نہیں ہے یہ بھی ان کا چودہویں صدی کا اجتہاد ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں باب قائم کرتے ہیں الکفن من جمیع المال یعنی کفن میں جو کچھ خرچ ہوگا وہ مرنے والے کے تمام مال میں سے ہوگا، اور اس سلسلہ میں بخاری نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے، اس بارے میں صحیح حدیث کوئی نہیں ہے۔ (۱)

پس جو اس تعداد کو بدعت قرار دے یا سنت نہ مانے وہ فی الاصل بہت بڑے جرم کا مرتکب ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ اگر ایسے لوگوں کی ہدایت نہ فرمائے تو ان کا انجام بہت خطرناک ہے۔ اند کے باتو گویم وگرنہ سخن بسیار است

---

(۱) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کان المصنف راعی لفظ حدیث مرفوع درد بھذا اللفظ، یعنی بخاری نے ترجمہ میں مرفوع حدیث کی رعایت کی ہے جو اس لفظ سے (یعنی الکفن من جمیع المال سے) مروی ہے، پھر فرماتے ہیں واسنادہ ضعیف یعنی اس کی سند ضعیف ہے، اور ابن ابی حاتم نے اس کو اپنی العلل میں نقل کیا ہے اور وہ اپنے باپ ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے، اور اسی کمزور اور منکر حدیث پر امام بخاری نے ہی نہیں بلکہ تمام اہل علم نے اس مسئلہ کی بنیاد رکھی ہے، ابن حجر فرماتے ہیں، اس کے قائل تمام اہل علم ہیں۔ فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۱